درود تاج (شریف)

پر اعتراضات اور انکے مسکت جوابات

مفتیٔ اعظم پاکستان
صاحبزادہ مفتی اِقتدار احمد خان نعیمی قادری رحمۃ اللہ علیہ

نعیمی کتب خانہ

درود تاج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ

قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

کس کا حکم ہے رواں
کس کی شاہی بیکراں
قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

کس کا امر ہے دواں
کس کا ہے جان و جہاں
قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

کھیت یہ کس نے اگائے
کوہسار و کہکشاں
قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

پھول یہ کس نے کھلائے
دھر میں کس نے سجائے
قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

کس نے یہ چشمے چلائے
شمس و قمر جگمگائے
قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

کس نے یہ دریا بہائے
کس نے سمندر بچھائے
قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

کون ہے خلّاق کل
کون ہے ملّاک کل
قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

کون ہے رزّاق کل
کون ہے حذّاق کل
قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

کون ہے قادر قدیم
کون خبیر و علیم
قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

کون ہے حاکم حکیم
کون ہے سب کا فہیم
قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

کس نے احساں کر دیا
جس نے بندوں کو کیا
قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

بھیج کر اپنا حبیب
رب تعالیٰ سے قریب
قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

اَلصَّمَدُ ہے کس کی شان
لَمْ یَکُنْ کُفُوًا اَحَدٌ
قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

لَمْ یَلِدْ ہے کس کی آن
کس کا ہے اعلیٰ نشان
قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

مُلک کس کا تا اَبَد
کون ہے پرور دگار
قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

کون ہے وَلَمْ یُوْلَدْ
از مہدِ تا لَحَدْ
قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

کس نے ہوائیں چلائیں
نعمتیں کس نے کھلائیں
قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

کس نے فضائیں ملائیں
راحتیں کس نے لٹائیں
قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

کس کا رحم لازوال
مُلک میں مَلکوت میں
قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

کس کا فضل با کمال
کس کا جمال و جلال
قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

کس کو ہیں سجدہ کناں
کس کے آگے سرنگوں
قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

برو بحر و شجر و حجر
جن و ملائک بشر
قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

خیمۂ افلاک کا
کس کی زمیں پر بسے
قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

کس کے حکم سے قیام
کس کے کرم سے انام
قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

جس کو چاہے بخش دے
کون ہے وہ ذات پاک
قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

اختیار و اقتدار
کون ہے وہ ذی وقار
قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ○ يٰٓاَيُّهَا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

درود تاج

مصنف امام اہلسنت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سکندریہ مصر کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ۶۱۱ھ میں تالیف فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ

اے اللہ درود بھیج ہمارے آقا اور ہمارے مولا محمد رسول اللہ پر جو شہنشاہی کے

التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ وَالْبُرَاقِ وَالْعَلَمْ دَافِعِ الْبَلَآءِ

تاج والے اور معراج والے اور براق والے عرش کے جھنڈے والے بلا اور

وَالْوَبَآءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمْ ○ اِسْمُهٗ مَكْتُوْبٌ

وبا کو دفع کرنے والے اور قحط و بیماری اور تکلیفوں کو ختم کرنے والے جن کا نام عرش پر لکھا ہوا

مَرْفُوْعٌ مَّشْفُوْعٌ مَّنْقُوْشٌ فِي اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ ○ سَيِّدِ

بلند کیا ہوا، اللہ کے نام سے جڑا ہوا لوح و قلم میں کھدا ہوا وہ عرب و عجم

الْعَرَبِ وَالْعَجَمْ ○ جِسْمُهٗ مُقَدَّسٌ مُّعَطَّرٌ مُّطَهَّرٌ مُّنَوَّرٌ

کے آقا ہیں ان کا جسم بزرگی والا، خوشبوؤں والا، پاکیزگی والا، نور والا

فِی الْبَیْتِ وَالْحَرَمِ ○ شَمْسِ الضُّحٰی بَدْرِ الدُّجٰی

ہے کعبے اور حرم میں ان کا وجود، دوپہریوں کے سورج ہیں اندھیریوں میں چودھویں

صَدْرِ الْعُلٰی نُوْرِ الْهُدٰی کَهْفِ الْوَرٰی مِصْبَاحِ

کے چاند بلندیوں پر صدر نشین ہیں۔ ہدایت کے نور ہیں۔ مخلوق کا سہارا ہیں

الظُّلَمْ ○ جَمِیْلِ الشِّیَمْ شَفِیْعِ الْاُمَمِ ○ صَاحِبِ

ظلمتوں کا روشن چراغ ہیں جمال کی عادتوں والے ہیں تمام امتوں کے شفیع ہیں عطا

الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ ○ وَاللّٰهُ عَاصِمُهٗ وَ جِبْرِیْلُ

اور کرم کے مالک ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کو معصوم بنانے والا ہے اور جبرئیل

خَادِمُهٗ ○ وَالْبُرَاقُ مَرْكَبُهٗ ○ وَالْمِعْرَاجُ سَفَرُهٗ وَ

ان کے خادم ہیں اور براق ان کی سواری اور معراج ان کا سفر ہے اور

سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی مَقَامُهٗ ○ وَقَابَ قَوْسَیْنِ

سدرۃ المنتہیٰ ان کے قدم رکھنے کی جگہ ہے اور قاب قوسین کا لامکان ان کی

مَطْلُوْبُہٗ وَالْمَطْلُوْبُ مَقْصُوْدُہٗ وَالْمَقْصُوْدُ

مطلوبہ منزل ہے اور مطلوبہ منزل ہی سفر معراج کا مقصود ہے اور مقصود

مَوْجُوْدُہٗ ○ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ○ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ ○

ان کا پایا ہوا ہے تمام مرسلین کے سردار ہیں انبیاء کے آخری نبی ہیں

شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ ○ اَنِیْسِ الْغَرِیْبِیْنَ ○ رَحْمَةٍ

تمام گناہوں کی شفاعت کرنیوالے ہیں غریبوں سے محبت کرنیوالے ہیں تمام جہانوں کیلئے

لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ رَاحَةِ الْعَاشِقِیْنَ مُرَادِ الْمُشْتَاقِیْنَ ○

رحمت ہیں اپنے عاشقوں کیلئے راحت ہیں شوق دیدار والوں کے دل کی مراد ہیں

شَمْسِ الْعَارِفِیْنَ سِرَاجِ السَّالِکِیْنَ ○ مِصْبَاحِ

معرفت والوں کا سورج ہیں سالکین کے لیے چراغ راہ ہیں قرب بارگاہ

الْمُقَرَّبِیْنَ ○ مُحِبِّ الْفُقَرَآءِ وَالْغُرَبَآءِ وَالْمَسَاکِیْنَ ○

والوں کیلئے چراغ منزل ہیں۔ فقیروں مسافروں اور مسکینوں سے محبت کرنے والے ہیں

سَیِّدِ الثَّقَلَیْنِ ○ نَبِیِّ الْحَرَمَیْنِ ○ اِمَامِ الْقِبْلَتَیْنِ ○

جنوں ملائکہ کے آقا ہیں، دو حرم کے نبی ہیں دو قبلوں کے امام ہیں

وَسِیْلَتِنَا فِی الدَّارَیْنِ ○ صَاحِبِ قَابَ قَوْسَیْنِ ○

دونوں جہان میں ہم سب کا وسیلہ ہیں قاب قوسین والے ہیں

مَحْبُوْبِ رَبِّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبِّ الْمَغْرِبَیْنِ جَدِّ الْحَسَنِ

دونوں مشرقوں کے رب تعالیٰ کے اور دونوں مغربوں کے رب تعالیٰ کے محبوب ہیں

وَالْحُسَیْنِ مَوْلَانَا وَمَوْلَی الثَّقَلَیْنِ اَبِی الْقَاسِمِ

امام حسن اور امام حسین کے دادا ہیں ہمارے مددگار ہیں جنات وملائکہ کے مددگار ہیں وہ ابوالقاسم ہیں

مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ نُوْرٍ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ ○ یَآ اَیُّھَا

محمد ہیں ابن عبداللہ ہیں اللہ تعالیٰ کے نور سے نور ہیں اے شوق رکھنے

الْمُشْتَاقُوْنَ بِنُوْرِ جَمَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

والوان کے نور جمال کا سب مل کر درود پڑھوان پر اوران کے ساتھ

وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○

ان کی آل اوران کے اصحاب پر اور خوب سلام پڑھو

سوال ایک دو ورقی رسالہ ہے جو کسی مولوی جعفر شاہ پھلبیروی صاحب نے لکھا ہے۔ درود تاج شریف پر کچھ اعتراض کئے

ہیں اور کہتا ہے کہ یہ درود تاج شریف غلط ہے۔ ایک مولانا صاحب کو میں یہ دکھایا اور عرض کیا کہ اس کا جواب دیا جائے انہوں نے پڑھ کر فرمایا کہ یہ کوئی بالکل جاہل انسان ہے اس لیے گستاخ بھی ہے اور بدتہذیب بھی ایک اور صاحب کو دکھایا تو کہنے لگے کہ یہ وہابی ہے اور ہر وہابی کی طرح یہ بھی جاہل ہم اس کی جہالتوں کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔ جواب جاہلاں باشد خموشی، مگر وہابی اس رسالے کو ایک دلیل بنا کر لیے پھرتے ہیں اس لیے اس کا منہ توڑ جواب ضروری ہے ہمیں ایک بہت معتبر شخص نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔

جواب لاؤ دکھاؤ کیسا پمفلٹ ہے (چند منٹ میں سارا پڑھنے کے بعد) واقعی یہ اعتراض تو نہایت کمزور ہیں ایسی کمزوری کو تو ایک عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ بہر کیف آپ مجھے ایک ایک سناتے جائیں اور جو میں جواب دوں وہ لکھتے جائیں اور جا کر گستاخوں کو دکھائیں بحمدہٖ تعالیٰ درود تاج شریف تو اس وقت عرب وعجم میں پڑھا جا رہا ہے مشہور عالم ہے۔ ہر مسلمان اس کا فیض پا رہا ہے اس پر اعتراض کرنا چاند پر تھوکنے کی مثل ہے کہ لوٹ کر اپنے ہی منہ پر پڑتا ہے۔

سوال پہلا اعتراض صفحہ ۲ پر لکھتا ہے کہ یہ شعر خطاء بزرگان گرفتن خطاست اصلاً اس طرح ہے

کہ خطاء بزرگان گرفتن خطاست

خطارا خطائے نہ گفتن خطاست

خطا را خطا گر شمردی رواست

چو گفتی خطا را درستی خطاست

جواب اگراسی طرح شعر بنانے ہیں تو پھر ہماری طرف سے یہ شعر شامل کردیا جائے۔

حماقت بود گر تو گفتی خطاست

کہ جہل است گفتن صحیح را خطاست

سوال صفحہ۲ پر ہی آگے لکھتا ہے کہ درود تاج کے بعض مقامات مجھ کو کھٹکتے ہیں علماء کرام سے کچھ طالب العلمانہ استفسار کرنے کی جسارت کررہا ہوں اپنی بے علمی بے بضاعتی کا مجھے اقرار بھی ہے اور پورا احساس بھی بہرحال وہ شکوک یہ ہیں۔آگے وہ اپنے شکوک نمبروار درج کرتا ہے۔

جواب یہ بات اس نے سچی لکھی ہے واقعی بے علمی اور بے بضاعتی جہالت کی حدتک ہر ہر سطر سے ظاہر ہے اور علمی عقلی باتیں اس وقت ہی کسی کو کھٹکتی ہیں جب علم نہ ہو مگر علم کا دعویدار یا صاحب قلم بننے کی جرأت کرے جب اس کو اپنی بے علمی کا اتنا ہی احساس تھا تو یہ شکوک چھاپنے سے پہلے علماء کی خدمت میں حاضری دیتا جو وہ فرماتے اس کو بھی چھاپتا اور ان علماء کا نام پتہ بھی شائع کرتا تاکہ اگر کوئی اس کے حق میں جواب دیتا تو اس عالم کی خبر لی جاتی بغیر علماء سے پوچھے ہوئے اپنے شکوک

شائع کر دینا مزید غلطی در غلطی ہے۔

سوال اسی صفحہ پر لکھا ہے عربی میں مشفوع اسے کہتے ہیں جو مجنون ہو یا نظر بد لگی ہو یا وہ طاق جسے جفت کیا گیا ہو یہ سارے معنی یہاں (درود تاج میں) بے محل ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ مشفوع لَہٗ ہو لیکن یہاں یہ معنی لینا بھی صحیح نہیں۔ آنحضور تو شافع ہیں شفیع اور مشفع ہیں یعنی شفاعت کرنے والے اور مقبول الشفاعت تو ہیں مشفوع لَہٗ نہیں نعوذ باللہ حضور کی کون شفاعت کر سکتا ہے۔

جواب یہ بھی قیامت کی نشانی ہے کہ ایسے بے علم جاہل لوگ اہل قلم بن گئے خیال رہے کہ کسی بھی اہل لغت نے مشفوع کا معنی مجنوں نہیں کیا اور نہ ہی نظر بد والا کیا، بجز المنجد کے اور اس نے بھی یہ معنی کر کے علم لغت سے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے، لغت بھی اندھے قدم نہیں اٹھاتی وہ بھی کسی اصول و قانون کے تحت کسی وجہ اور ربط سے ترجمہ کرتی ہے کیونکہ ہر زبان کی لغت اہل زبان کی ان اصطلاحات و محاروں سے بنتی ہے جو ان میں استعمال ہوتے ہوں میں نے بہت سے اہل عرب سے مشفوع کا معنی پوچھا تو انہوں نے اس کے صرف دو معنی بتائے شفاعت کیا ہوا یا شفعہ کیا ہوا پہلے معنی کا تعلق کسی کی ذات سے ہے کیونکہ اس سے مراد سفارش کرنا یا کسی کی سفارش ہونا جو سفارش کرے وہ شافع جس کی کرے وہ مشفوع لیکن شفعہ کا تعلق اسم اور نام سے ہے خواہ وہ کسی حق سے ہو یا حقیقت سے

اگر حق ؔ مراد لیا جائے تو نسبت قرب ضروری ہے جو صرف پڑوسی کو حاصل ہوتی ہے اگر حقیقی شفعہ مراد لیا جائے تو وہ اسم کی وصیلت سے ہوتا ہے یعنی ایک کے ساتھ دوسرا جوڑ دیا جائے اور اس وتر کو شفع بنا دیا یہ دو معنی اس لیے کیے گئے ہیں کہ لفظ مشفوع یا شُفْعٌ سے مشتق یا شَفْعٌ سے شَفَعَ کا معنی سفارش کرنا اور کے شُفَعَ معنی جوڑنا قریب کرنا شفعہ بنانا درود تاج شریف کے مرتب علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے اِسْمُہٗ مَشْفُوْعٌ نہ کہ ذَاتُہٗ، مَشْفُوْعٌ کتنی واضح اور صاف بات ہے کہ نبی کریم ﷺ کہ آپ کا اسم پاک مَشْفُوْعٌ ہے اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کے ساتھ یہ صرف نبی کریم ﷺ کی خصوصی شان ہے کہ آپ کا اسم مبارک باری تعالیٰ کے اسم اقدس کے ساتھ مَشْفُوْعٌ ہوگیا۔ اذان میں، تکبیر میں، نماز میں، کلمہ طیبہ میں، یہ بات کسی اور نبی رسول مرسل کو حاصل نہیں۔ نہ کسی دین میں اس نبی کے نام کا کلمہ جاری ہوا۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

سوال مصنف ایک اعتراض یہ کرتا ہے کہ درود تاج میں لکھا ہے کہ مَنْقُوْشٌ فِی اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ۔ مَنْقُوْشٌ فِی اللَّوْحِ ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن مَنْقُوْشٌ فِی الْقَلَمِ ہونا نرالی سی بات ہے اگر مَنْقُوْشٌ فِی اللَّوْحِ بِالْقَلَمِ ہوتا تو پھر بھی بات واضح ہو جاتی۔

جواب یہ سب سوالات اسی وقت ذہن میں ابھرتے ہیں جب دل سے احترام نبوت ختم ہو جاتا ہے اور انسان انبیاء کرام علیھم السلام

جیسی بے مثل ہستیوں کو اپنے جیسا سمجھنے لگتا ہے جب کسی آدمی میں جہالت کی یہ بیماری پیدا ہو جاتی ہے تو اس کو انتہائی آسان بات بھی سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان شیطانی بیماریوں سے بچائے۔ معترض بھی اسی ابلیسی جال میں پھنسا ہوا ہے اسی لیے وہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ امام شاذلیؒ اس درود تاج میں احادیث کے کس مضمون کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں یہ یاد رہے کہ لوح محفوظ میں نام لکھا ہونا کوئی خصوصی شان نہیں وہ تو ہر انسان اچھے برے کام نسل اصل فرع کا تذکرہ لکھا ہوا ہے لوحِ محفوظ میں تو ما و شما کے اعمال نامے بھی لکھے ہوئے ہیں اور برابر روز لکھے جا رہے ہیں۔ درود تاج میں اس کے ذکر کی ضرورت کیا تھی مصنف علام علیہ الرحمۃ نے وَالْقَلَمِ کہہ کر یہ بتایا کہ لوح و قلم میں نام نہیں بلکہ لوح و قلم پر نام ہے۔ یہاں فِیْ بمعنی علٰی ہے جیسے کہ قرآن مجید کی آیت فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ میں فِیْ بمعنی علٰی ہے۔ اس طرح یہاں بھی اور کسی چیز پر نام لکھا ہونا اور اس کی ملکیت کو ثابت کرتا ہے۔ میرے قلم میری گھڑی میرے مکان پر میرا ہی نام لکھا ہوگا۔ تو لوح و قلم جنت کے اوپر، جنت کے درختوں، محلوں، مکانوں، عرش و کرسی پر رب نے اپنے پیارے محبوب آقائے کائنات ﷺ کا نام لکھ کر کائنات عالم کو بتایا کہ خالق کُل نے آپ کو مالک کل بنا دیا اور صاحب درود تاج نے علٰی نہ لکھا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ لوح و قلم پر آقا ﷺ کا نام علٰی کی مثل نہیں لکھا بلکہ فی کی طرح گڑھا ہوا لکھا ہے صرف اوپر اوپر ہی نہیں۔ اوپر لکھا ہوا مٹایا جا سکتا

ہے لیکن کندہ کیا ہوا کھود کر گودھ کر لکھا ہوا ہمیشہ رہتا ہے نہ مٹے نہ مٹایا جا سکے۔

سوال درود تاج شریف پر تیسرا اعتراض یہ کرتا ہے کہ درود تاج میں ہے سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی مَقَامُہ حالانکہ سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی حضرت جبرئیل کا مقام ہے جہاں جا کر وہ ٹھہر گئے اور آگے نہ جا سکے آنحضور کی یہ گزرگاہ تھی مقام نہ تھا۔

جواب بیچارے معترض کو کیا پتہ کہ علم اور علمی تحقیق و معلومات کیا ہوتی ہیں۔ اس بیچارے کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ مقام اور منتہیٰ اور راہ گزر میں کیا فرق ہے۔ قرآن مجید احادیث پاک سے کہیں ثابت نہیں کہ سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی جبرئیل کا مقام ہے۔ عربی لغت کے اعتبار سے مقام وہ ہے جہاں سے کسی کے چلنے اور سفر و سیاحت کی ابتدا ہوتی ہے ایک وہ وقت تھا جب آقا حضور ﷺ کا مقام مکہ مکرمہ تھا پھر ایک وقت وہ آیا جب آقائے کائنات ﷺ کا مقام مدینہ منورہ ہوا۔ امام شاذلی درود تاج میں فرما رہے ہیں ان دونوں سے پہلے آپ کا مقام سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی تھا جسکا ذکر کُنْتُ نبیاً وَّ آدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَاءِ والی حدیث مشہورہ مقدسہ میں ہوا۔ معراج میں بھی آپ کا مقام سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی ہی ہے۔ اس لیے رب تعالیٰ نے یہاں تک پہنچنے کو اَسْرٰی فرمایا اَسْفَرَ نہ فرمایا۔ سیر اپنی ملکیت اپنے مقام میں ہوتی ہے اور جب اپنے مقام سے کوئی نکلے تو سفر شروع ہوتا ہے۔ سیر معراج مکہ مکرمہ

سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد اقصیٰ سے سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی تک یہاں تک تو دیدار آیات کرایا گیا۔ سفر معراج تو سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی سے شروع ہو رہا ہے گویا کہ سیر معراج میں دیدار آیت ہوا اور سفر معراج میں دیدار ذات ہوا۔ سِدْرَۃ جبرئیل کا مقام نہیں، جبرئیل کا مُنْتَھٰی ہے۔ جہاں جبرئیل کی قوت طاقت رفتار کی انتہا ہے وہاں سے آقا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء ہوتی ہے۔ یہاں تک تو براق کی طاقت رفتار تھی۔ مصطفیٰ کی طاقت رفتار کی تو اب ابتدا ہو رہی ہے۔ اُدْنُ مِنِّی کی صدائیں تو یہاں سے شروع ہونے والی ہیں مگر یہ بات تو اہل علم پر ہی آشکار ہو سکتی ہے۔ دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے اس لیے فرمایا گیا کہ سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی جو ساری مخلوق اور جبرئیل کا مُنْتَھٰی ہے نبی کریم کا مقام ہے سدرہ کے پاس ہی جنت ہے اور جنت تک تو نماز کسوف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ بھی پہنچ جاتا ہے اس لیے یہ مقام مصطفیٰ ہی ہے نہ کہ مقام جبرئیل مقام ہوتا ہی وہ ہے جہاں سے ابتدا ہو یہ راہ گزر نہیں یہاں قدم مصطفیٰ کی ابتدا ہے، ابتدا کو راہ گزر کہنا جہالت ہے۔ قرآن مجید میں لفظ مقام سترہ جگہ آیا ہے اور نو معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) قدم رکھنے کی جگہ جیسے مقام ابراہیم کا پتھر (۲) درجہ مرتبہ (۳) حاضری بارگاہ (۴) شان و شوکت (۵) ٹھکانہ (۶) رہائش (۷) عام جگہ (۸) مصدر میمی سے بمعنی کھڑا ہونا (۹) بیٹھنے کی جگہ۔ معنی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں براق و رفرف سے اتر پڑے یہاں آپ کے قدم لگے اور پیدل معراج حاضری بارگاہ شروع

ہوئی۔ یہ فرق ہے خلیل اور حبیب میں کہ خلیل کا مقام وہ پتھر ہے حبیب کا مقام سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی ہے۔

سوال معترض مولوی پھلبھروی تیسرا اعتراض اس طرح لکھتا ہے کہ درود تاج میں آگے لکھا ہے۔ قَابَ قَوْسَيْنِ مَطْلُوْبُهٗ وَالْمَطْلُوْبُ مَقْصُوْدُهٗ وَالْمَقْصُوْدُ مَوْجُوْدُهٗ، قاب قوسین کو حضور کا مطلوب و مقصود قرار دینا اس وقت تک محل نظر رہے گا جب تک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے اس کی تصدیق نہ ہو جائے علاوہ ازیں یہ پوری عبارت ہی عجمی قسم کی عربی عبارت ہے مَوْجُوْدُهٗ کی ترکیب اضافی کچھ عجیب سی ہے مقصود اس کا موجود ہے کیا مطلب ہوا۔

جواب مطلب تو اس کا بہت آسان ہے اگر کسی کو مخالفانہ ذہنیت سے سمجھ نہ آئے تو ہم کیا کر سکتے ہیں قَابَ قَوْسَيْنِ تک پہنچنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود معراج تھا اس کا ثبوت یہ کہ قرآن مجید میں اس کو معراج کی انتہا بنایا گیا آپ اسی نعمت کی طلب لیے ہوئے قدوم شوق سے یہاں تک آئے اور جس کی طلب ہوتی ہے وہی مطلوب ہوتا ہے۔ یہ مطلوب تھا اور اس کا قصد کر کے سفر معراج فرمایا تو آپ کا مقصود ہی آپ کا مطلوب کو پالینا تھا اور آپ اپنے مقصود پانے میں ناکام نہ رہے بلکہ وَالْمَقْصُوْدُ مَوْجُوْدُهٗ آپ کا مدعا آپ کا پایا ہوا ہو گیا۔ بخلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جب ان کی طور پر تیسری حاضری ہوئی تو ان کا قصد و ارادہ ہوا۔ رَبِّ

اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ (اعراف آیت ۱۴۳) اے میرے رب مجھ کو اپنا دیدار کرا کہ میں تیری طرف دیکھوں اسی قصد کی طلب لے کر طور پر گئے تو دیدار الٰہی آپ کا مطلوب تھا وَالْمَطْلُوْبُ مَقْصُوْدُہ اور یہی مطلوب موسیٰ علیہ السلام کا مقصود تھا مگر جب قَالَ لَنْ تَرَانِیْ جواب آیا تم نہیں دیکھ سکتے تو وَالْمَقْصُوْدُ مَوْجُوْدُہ نہ ہوا یعنی موسیٰ علیہ السلام کا مقصود پایا ہوا نہ ہوا۔ لفظِ موجود اسم مفعول ہے جس کا ترجمہ ہے پایا ہوا اور ہٗ کا مرجع ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہے اب اس عبارت کا معنیٰ نحوی ترکیب اضافی کے اعتبار سے بالکل صاف ہو گیا کہ قَابَ قَوْسَیْنِ تک پہنچنا آپکا مطلوب تھا اور یہی مطلوب آپ کا مقصود تھا اور آپ کا مقصود آپ کا پایا ہوا ہو گیا۔

سوال یہ وہابی مولوی چوتھا اعتراض درود تاج شریف پر اس طرح کرتا ہے کہ آگے ہے اَنِیْسِ الْغَرِیْبِیْنَ کسی عربی دان کو یہ نہیں معلوم کہ غریب کی جمع غُرَبَآ ہے نہ کہ غَرِیْبِیْنَ آگے خود ہی اس دور کے مصنف نے مُحِبِّ الْفُقَرَآءِ وَالْغُرَبَآءِ وَالْمَسَاکِیْنَ لکھا ہے اس کے علاوہ دونوں جگہ لفظ غریب کا مفہوم وہ لیا گیا جو ہماری اردو زبان میں ہے یعنی محتاج بے مایہ حالانکہ یہ لفظ عربی زبان میں عجیب اور نادر کے لیے آتا ہے یا پردیسی کے معنیٰ میں ہم بولتے ہیں عجیب و غریب یا غریب الوطن، ہم اردو میں غریب، یعنی حاجت مند اور امیر بمعنی دولت مند بول سکتے ہیں لیکن عربی زبان میں یہ مفہوم ہی نہیں۔ یہ تھا اس معترض کا چوتھا اعتراض۔

جواب ہم نے وہابیوں میں بڑے بڑے کم عقل اور نادان دیکھے اور سنے ہیں مگر یہ وہابی صاحب سب سے نمبر لے گئے جس بیچارے کو قرآن مجید کا پتہ نہ احادیث کا وہ بھی ان لوگوں میں اہل قلم بن بیٹھے ہیں یہ اعتراض دراصل دو اعتراض ہیں ایک لفظ غریب کی جمع پر اور ایک لفظ غریب کے معنی پر اور دونوں ہی احمقانہ ہیں۔ پہلا تو اس لیے کہ لفظ غریب کی جمع غَرِیْبِیْنَ جمع مذکر سالم بھی اہل عرب میں مستعمل ہے اگرچہ کثرت استعمال نہیں۔ نیز اعتراض تب درست تھا جبکہ اس جمع کی ممانعت ثابت ہوتی یہ معترض پر فرض تھا کہ اس اعتراض کو حماقت سے بچانے کے لیے ممانعت کا کوئی قول باحوالہ نقل کرتا بستر ے میں لیٹے لیٹے ایسے فضول اعتراض کرنا تو بڑا آسان ہے اور پھر تعجب خیز جاہلانہ جرأت تو یہ ہے کہ خود معترض عجمی گنوار ہے اور اعتراض کرتا ہے اہل عرب امام شازلی مصری پر حالانکہ اہل زبان کی بات تو دوسروں کے لیے سند و دلیل ہوتی ہے اور جب خود اہل زبان کسی بات میں اختلاف کریں تو اس زبان کے شاعر کا کلام دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے ان دونوں باتوں کے علاوہ اگر کوئی اعتراض کرے تو وہ معترض کے منہ پر مار دیا جاتا ہے۔ درود تاج شریف کی یہ عبارت اَنِیْسِ الْغَرِیْبِیْنَ تو اہل عجم کیلئے اس بات کی دلیل ہے کہ غریب کی جمع مذکر سالم بھی ہوتی ہے جیسے کہ عالم کی جمع علماء بھی عَالِمِیْنَ بھی، نبی کی انبیاء بھی نَبِیِّیْنَ بھی وغیرہ وغیرہ ایسے بہت سے صفت مشبہ

الفاظ عربی میں موجود ہیں جن کی جمع تکسیر بھی ہوتی ہے اور جمع سالم بھی تو پھر غریب کی جمع سالم پر اعتراض کیوں جبکہ کہیں سے ممانعت بھی ثابت نہ ہو۔ جب کریم رحیم کی جمع کریمین رحیمین جائز تو غریب کی جمع غریبین کیوں ناجائز ہوگی۔ خود امام شازلی کی اس دلیل کے علاوہ مجھ کو ایک صاحب نے غالباً سبعہ معلقہ کا ایک شعر سنایا:

جَلِیْسُ الْمَرْءِ مِثْلُہٗ فِی الْمَجَالِس
زَمِیْلُ الْمُبْخِلِ مِثْلُ الْغَرِیْبِیْن

یعنی ہر شخص پر صحبت کا اثر چڑھ جاتا ہے وہ مجلسوں میں اپنے ساتھی کی مثل لگتا ہے بخیل کا ہم نشین غریبوں کی ہی مشابہ لگتا ہے۔ دوسرا اعتراض اس لیے غلط ہے کہ غریب کا اصل اور حقیقی معنیٰ عرب میں محتاج کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے۔ مسافر کو مجازاً غریب کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ بحالت سفر محتاج و مسکین ہی ہوتا ہے وطن اور دوستوں سے دور بے بس بے کس ہوتا ہے اسی لیے مسافر پر زکوٰۃ لگ جاتی ہے اگرچہ گھر وطن میں کتنا ہی امیر ہو مگر سفر کی محتاجی میں زکوٰۃ لے کر استعمال کرسکتا ہے۔ عجیب اور انوکھی چیز کو بھی مجازاً غریب کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی ہر چیز سے الگ تھلگ ہوتی ہے نیز اس کی جمع غرائب ہوتی ہے نہ کہ غُربَاَ اصلاً لفظ غریب محتاج و مسکین کے لیے ہی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ (کَمَا بَدَأَ) غَرِیْبًا فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ ترجمہ دین اسلام غریبوں سے شروع ہوا

اور عنقریب سب میں پھر پھرا کر لوٹے گا غریبوں میں جیسے کہ شروع ہوا پس غریبوں کو مبارک ہو۔ یہ حدیث پاک مسلم شریف کتاب الایمان حدیث نمبر ۲۳۲ ترمذی کتاب الایمان ابن ماجہ کتاب الفتن درامی مسند احمد بن حنبل جلد اول حدیث ۱۸۴، ۲۹۸ جلد دوم میں حدیث ۱۷۷ اور ۲۲۲ اور جلد چہارم حدیث ۷۳ منقول ہے۔ یہاں غربیاً اور غرباء سے مراد محتاج فقرا مسلمان ہیں نہ کہ مسافر لوگ، نیز مسند احمد بن حنبل جلد پنجم حدیث ۴۴۳ ہے کہ وَ مَعَكَ اَصْحَابٌ لَكَ غُرَبَاءُ ذُوْ حَاجَةٍ یعنی غربا سے حاجت والے فقرا لوگ مراد ہوتے ہیں۔ کیا معترض کو یہ حدیثیں نظر نہ آئیں۔ حقیقی اور مجازی معنیٰ میں لفظ استعمال کرنے کا قانون و پہچان یہ ہے کہ حقیقی معنیٰ بولنا ہو تو کسی قید کی یا نسبت و اضافت کی ضرورت نہیں جب بھی کسی عبارت میں لفظ مطلق لکھا ہوگا تو حقیقی معنیٰ مراد ہوگا جیسا کہ یہاں اس حدیث مبارکہ میں اور فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ جب بھی کسی لفظ کا مجازی معنیٰ مراد لیا جائے گا تو اس کو مقید کر کے لکھنا لازم ہے مثلاً سیف کا حقیقی معنی لوہے کی تلوار اسی طرح لفظ اسد کا حقیقی معنی جنگل کا درندہ جانور شیر جب اس کو مجازی معنیٰ میں استعمال کیا جائے گا تو سیف اللہ اسد اللہ کہا جائے گا یہ اضافت شرط ہے اسی طرح جب غریب سے مراد مسافر لیا جائے گا تو غریب الوطن کہا جائے گا نہ کہ فقط غریب لہٰذا اَنِیْسِ الْغَرِیْبِیْنَ میں چونکہ لفظ غَرِیْبِیْنَ مطلق بغیر اضافت ہے اس لیے یہاں حقیقی معنیٰ یعنی فقیر کیا

جائے گا جاہل معترض کو نہ حدیث کا پتہ نہ علم ادب سے واقفی نہ قانونِ نحو کی معلومات اور چلے ہیں اعتراض کرنے درود تاج مقدس پر، میں تو ان دیگر وہابیوں پر افسوس کرتا ہوں جو صرف نبی دشمنی میں ایسے جہلاء زمانہ کے ہم نوا بن جاتے ہیں خدا تعالیٰ ان کو سمجھے۔

سوال معترض پھلبھروی پانچواں اعتراض یہ کرتا ہے کہ درود تاج میں آگے ہے راحة العاشقین محبت ایک لطیف میلان قلب کا نام ہے مگر عشق محض زور گندم ہوتا ہے جس کا سارا تعلق حسن و شباب سے ہے مولانا رومی نے صحیح کہا ہے۔

عشق نبود ایں کہ در مردم بود ایں خمار از خوردن گندم بود

لفظ عشق اتنا گرا ہوا گھٹیا اور کثیف لفظ ہے کہ قرآن اور احادیث صحیحہ نے اس لفظ کے استعمال سے مکمل احتراز کیا ہے انسان کو اپنے والدین سے بھائی بہن سے دختر و فرزند سے کمال درجے کی محبت تو ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے لیکن ان میں سے کسی ایک سے بھی عشق نہ ہوتا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ آنحضور کو معشوق کہنا انتہائی بدتمیزی ہے پس جب حضور معشوق نہیں تو راحت العاشقین کس طرح ہو سکتے ہیں۔ حضور حبیب ہیں اور راحت المحبین ہیں راحت العاشقین نہیں محبت مطلوب ہے عشق مطلوب نہیں۔ محبت کو بقا ہوتی ہے عشق فانی ہے عشق اسی وقت باقی رہتا ہے جب تک حسن و شباب کے تقاضے باقی ہیں اردو فارسی میں تو ہم لفظِ عشق کو کمال محبت لگن اور قوت محرکہ

کے معنوں میں لے سکتے ہیں رومی واقبال نے انہی معنوں میں بے شمار جگہ استعمال کیا ہے لیکن یہ مفہوم صدیوں کے بعد کی عجمی پیداوار ہے۔ عربی زبان میں یہ مفہوم نہیں دردوتاج عربی میں جس طرح غریب بمعنی محتاج نہیں لیے جاسکتے اسی طرح لفظِ عشق کو کمال محبت کے معنی میں نہیں لیا جاسکتا یہ تھا اس کا پانچواں اعتراض۔

جواب وہابیوں میں ہمیشہ جہلا کی کثرت ہی رہی ہے مگر یہ معترض صاحب سب میں بڑھ گئے ہیں۔ اس اعتراض میں چار جہالتیں ہیں پہلی یہ کہ یہ معترض خود اپنے پیش کردہ مثنوی کے شعر کو نہیں سمجھا جس بے چارے کو فارسی زبان سمجھ نہیں آتی وہ اہل عرب کی عربی پر گستاخی و اعتراض کیا کرے گا۔ مولانا روم تو عشق کی شان بتارہے ہیں اور نفسانی شہوانی محبتوں کی ذلت فرمارہے ہیں۔ مثنوی کے شعر کا معنی یہ ہے کہ اے دنیا کے بدمعاشو جھوٹی شہوانی محبتیں کر کے اس کو عشق کا پاکیزہ نام دیتے ہو۔ عشق نبود ایں کہ در مردم بود ان لوگوں میں یہ شہوانی محبتیں ہیں وہ عشق نہیں ہے اس کو عشق نہ کہو۔ ایں خمار از خوردن گندم بود یہ فحاشی حسن پرستی وہ وحشیانہ خمار ہے جو روٹییں کھانے سے پیٹ بھری کے کرشمے اور نفس پری کی خواہشیں، بدمعاشوں نے ان بکواس اور جھوٹی محبتوں کا نام عشق رکھ لیا اور بنے پھرتے ہیں مجنوں کے نانا یہ تھا شعر کا صحیح معنی مگر معترض کو عقل ہوتی تو سمجھ آتی۔ معترض کی دوسری جہالت کہتا ہے کہ عشق اتنا گرا ہوا گھٹیا اور کثیف

لفظ ہے۔ وہابیوں کا ایک بہت بڑا استاد جس نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ بھی لکھا ہے اور اپنے ایک بڑے رشید احمد گنگوہی کی سوانح عمری بھی لکھی ہے اس کا نام عاشق الٰہی میرٹھی یعنی وہ اللہ کا عاشق ہے تم نے اس پر تو اعتراض نہ کیا کہ تو نے اللہ کو معشوق بنا دیا یہاں اعتراض پر تار ٹوٹ گیا اگر تمہارا اگرو عاشق الٰہی ہو سکتا ہے تو غلامان مصطفیٰ عاشقِ مصطفیٰ بھی ہو سکتے ہیں اگر عاشق الٰہی نام رکھ کر اللہ تعالیٰ کو معشوق نہیں کہا جا سکتا تو عاشقِ رسول ہو کر بھی نبی کریم ﷺ کو معشوق نہیں کہا جا سکتا پہلے اپنے گھر کی خبر لو پھر کسی اور پر اعتراض کرنا۔

معترض کی تیسری جہالت کہتا ہے قرآن احادیث صحیحہ نے اس لفظ کے استعمال سے مکمل احتراز کیا ہے قرآن مجید میں تو واقعی صراحتاً یہ لفظ نہیں ہے مگر معناً یہ لفظ موجود ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ ۱۶۵) ترجمہ اور ایمان والے لوگ اللہ تعالیٰ سے شدید ترین محبت کرتے ہیں اسی شدید محبت کا نام عشق ہے چنانچہ المنجد عربی صفحہ ۱۰۷ پر ہے۔ اَلْعِشْقُ اِفْرَاطُ الْحُبِّ یعنی شدید محبت کا نام عشق ہے مشکوٰۃ شریف میں نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے کا بھی اس انداز میں حکم ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ یعنی کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ مجھ سے ایسی زیادہ شدید محبت نہ کرے جو

اس کے والد اولاد اور تمام لوگوں سے شدید نہ ہو۔ اسی افراط محبت کا نام عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول ہے (از مکاشفتہ امام غزالی) معترض نے اس اعتراض میں ڈاکٹر اقبال کا بھی ذکر کیا ہے حالانکہ ڈاکٹر صاحب تو کہتے ہیں کہ ذرہ عشقِ نبی از حق طلب۔

عشقِ الٰہی کیلئے تو مومن دعائیں مانگتا ہے چنانچہ دلائل الخیرات شریف حزب ثانی روز شنبہ کے ورد میں سطر ۶۷ فَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُحِبِّیْنَ الْمَحْبُوْبِیْنَ الْمُقَرَّبِیْنَ الْعَاشِقِیْنَ لَکَ یَا اللّٰہُ یَا اللہ (آٹھ دفعہ) یعنی اے اللہ مجھ کو محبین اور محبوبین اور مقربین میں سے بنا اور یا اللہ مجھ کو اپنے عاشقین میں سے بنا۔ پوچھو اس جاہل سے کہ کیا یہ ساری دعائیں آیتیں خمار گندم کے لیے ہیں۔ قرآن مجید میں کسی لفظ کا صراحتاً نہ ہونا اس لفظ کے گھٹیا ہونے کی دلیل نہیں۔ قرآن پاک میں تو بے شمار الفاظ نہیں انبیاء علیہم السلام کے نام، صحابہ کے نام، خود باری تعالیٰ کے کروڑوں نام ہیں جو قرآن مجید میں نہیں ہاں البتہ حدیث پاک کے متعلق معترض کی یہ بات کہ احادیث نے اس لفظ کے استعمال سے مکمل پرہیز کیا یہ معترض کی انتہائی جہالت ہے کہ وہ احادیث سے بھی ناواقف ہے۔ بجائے بیہودہ قلم اٹھانے کے ابھی اس کو پڑھنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ احادیث پاک میں لفظ مستعمل ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن صفحہ ۱۹۱ فصل ثالث کی دوسری حدیث مقدسہ میں ہے۔ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِقْرَاءُ الْقُرْآنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِہَا وَاِیَّاکُمْ وَلُحُوْنَ اَھْلِ الْعِشْقِ (الخ) ترجمہ آقائے کائنات ﷺ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن کریم عربی لہجوں اور آواز میں کیا کرو اور بچو تم عشق والوں کی آواز اور لہجوں سے۔ نمبر۲ مشکوٰۃ شریف اور ابن ماجہ میں ہے۔ عَنَ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ لَمْ تَرَ لِلْمُتَحَابِّیْنَ مِثْلَ النِّکَاحِ ترجمہ کہ لوگوں میں شدت کی محبت پیدا کرنے کے لیے نکاح سے زیادہ کوئی چیز نہ دیکھی یہاں باب تفاعل کی شَدْ نے شدت کے معنی پیدا کیے اور شدت محبت ہی عشق ہے چنانچہ اس کی شرح میں لمعات نے فرمایا اِذَا اَحَبَّ رَجُلٌ وَعَشَّقَ بِھَا فَالتَّعْشِیْقُ اَلَذُّ وَاَذْیَدُ فِی الْاُلْفَتِ (از مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۸ حاشیہ۲) ترجمہ یعنی نکاح سے زوجین میں محبت اور عشق پیدا ہوتا ہے جو الفت کو لذیذ اور زیادہ کرتا ہے۔ معترض کی چوتھی جہالت لکھتا ہے لفظ عشق صدیوں کے بعد عجمی پیداوار ہے۔ عربی زبان میں یہ مفہوم نہیں لہٰذا لفظ عشق کو کمال محبت کے معنیٰ میں نہیں لیا کا جاسکتا۔ اس شخص کی جہالت بھی کمال ہے ہم نے اوپر قرآن و حدیث لغت و شرح کے دلائل سے ثابت کر دیا کہ عشق کا معنیٰ کمال اور شدید محبت ہی ہے اور اب ذرا شعراء عرب کا کلام سنئے از مکاشفۃ القلوب امام غزالی عربی صفحہ ۴۲۴ شاعر ابن بسام:

اُفٍّ لِعِشْقِ الدُّنْیَا وَاَیَّامِھَا   فَاِنَّھَا لِلْحُزْنِ مَخْلُوْقَۃٌ

ترجمہ اے دنیا اور اس کے دنوں پر عشق کرنے والے افسوس ہے کیونکہ دنیا تو غم کے لیے پیدا کی گئی ہے ابن عدی شاعر کہتا ہے۔

اَلَمْ یَکُ اَھْلاً اَنْ یَّنُوْلَ عَاشِقٌ　　تَکَلَّفَ اِذْ لَاجَ السَّرٰی وَالْوَدَائِقٌ

ترجمہ کیا وہ عاشق جس نے (محبوب کی خاطر) راتوں کی تاریکی اور دوپہر کی گرمی میں چل کر مصیبتیں برداشت کیں اس لائق نہیں تھا کہ اس کو بھی محبت کا انعام دیا جاتا۔ نمبر ۳ قصیدہ بردہ شریف کی پہلی فصل کا نام ہے الفصل فی ذکر عشق رسول ﷺ ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ عشق کمال محبت ہی کا نام ہے اگر ایک جاہل وہابی عجمی اٹھ کر اہل عرب پر اعتراض کرے تو ایسی حماقتوں کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا یہ اعتراض صرف اس جلاپے میں ہیں کہ درود تاج میں آقائے کائنات ﷺ کی تعریف ونعت خوانی کیوں کردی ورنہ عاشقِ الٰہی پر کوئی اعتراض نہیں۔ کسی کو درد نہیں اٹھتا ہے یہ تو فقط نعتِ مصطفیٰ سے گھٹ گھٹ کر مرے جاتے ہیں۔

سوال معترض پھلپھروی وہابی چھٹا اعتراض کرتا ہے کہ آگے ہے محبوب رب المشرقین لفظ محبوب لغتاً تو برا نہیں مگر نبی کریم کے لیے صحابہ نے استعمال نہ کیا خلیل وحبیبی تو کہتے ہیں لیکن محبوبی شاید کبھی نہ کہا۔

جواب یہ بھی معترض کی جہالت اور احادیث سے ناواقفی ہے ورنہ احادیث اور صحابہ کی زبان پاک سے یہ ثابت ہے محبوب کا معنی ہے محبت کیا ہوا یعنی جس سے محبت کی جائے اور جس کی محبت ایمان کے

لیے فرض ہو۔ ابھی ہم نے پہلے مشکوۃ شریف سے حدیث مقدسہ پیش کی کہ وہ شخص مومن ہی نہیں ہو سکتا جو نبی کریم سے شدید محبت نہ کرے ساری مخلوق سے زیادہ اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم ہر مومن کے محبوب ہیں اگر اس معترض یا کسی بھی وہابی کی طرح نبی کریم ﷺ کو کوئی بد بخت انسان محبوب نہیں رکھتا تو مومن نہیں ہے۔ نمبر۲ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے۔

فَاَصْبَحَ مَحْبُوْبًا اِلَی اللّٰہِ رَاجِعًا ۔۔۔ یبکیہ حق المرسلت ویحمد

یَا اَیُّھَا الْمَحْبُوْبُ الْکَرِیْم ۔۔۔ حُبُّکَ بَیْنَ الْحَشَاءِ مُقِیْمٌ

یَا رَافِعَ النَّوْمِ عِنْ حَفُوِیْ ۔۔۔ اَنْتَ بِمَا مَرَّبِیْ عَلِیْمٌ

(بعض نے کہا یہ شعر حضرت شبلی کا ہے) ترجمہ نمبر۱ محبوب ﷺ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں اس پر ملائکہ حق روتے ہیں اور وہ محبوب ہر طرف کائنات میں تعریف کیا جا رہا ہے۔ نمبر۱۲ اے محبوب کریم آپ کی محبت سینوں میں مقیم ہے۔ نمبر۱۳ اے وہ ذات کریم جس کی جدائی میری پلکوں سے نیند اڑانے والی ہے جو کچھ مجھ پر گذرا آپ اس کی جاننے والے ہیں مشکوۃ شریف کی شرح مرقات حاشیہ مشکوۃ صفحہ ۵۱۳ پر ہے۔ اے قَوْلُہٗ وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ اَیْ مُحِبَّہٗ وَمَحْبُوْبَہٗ وَالْحَبِیْبُ فَصِیْلٌ بِمَعْنَی الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ فَھُوَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُحِبٌّ وَمَحْبُوْبٌ وَالْاَظْھَرُ فِی الْاِسْتِدْلَالِ عَلٰی اَنَّ مَرْتَبَۃَ مَحْبُوْبِیَّتِہٖ فِیْ دَرَجَۃِ الْکَمَالِ

(مرقات) ترجمہ آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ میں حبیب اللہ ہوں اس کا معنیٰ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا محب بھی ہوں اور محبوب بھی ہوں کیونکہ حبیب بروزنِ فعیل ہے اور فعیل کا وزن فاعل کے معنیٰ میں بھی ہوتا ہے اور مفعول کے معنیٰ میں بھی تو ثابت ہوا کہ آقا حضور ﷺ محبّ بھی ہیں اور محبوب بھی اور بہت بڑی ظاہر دلیل ہوگئی یہ بات اس چیز پر کہ آپ کا مرتبۂ محبوبیت درجۂ کمال میں ہے۔ (از مرقات) معترض کے ایک پیرو وحید الزمان صاحب وہابی اور دیگر دیوبندیوں نے نبی کریم ﷺ کو معشوق اور محبوب لکھا دیکھو بغور دیکھو وحید الزمان کی شرح بخاری دوم صفحہ ۱۹۸ کیا معترض ان سب وہابیوں کو انتہائی بدتمیز لکھے گا۔

سوال معترض وہابی کا ساتواں اعتراض اس طرح کرتا ہے کہ اس درود میں آنحضرت کے ۳۵ یا ۳۶ اوصاف وشرف بیان کیے گئے (دراصل ان بدبخت وہابیوں کو یہی تو جلاپا ہے یہی نعت وخوانی آقا ہی تو ان کو مارے ڈالے ہے) جن کے آخر میں یہ صفات (۱) نَبِیِّ الْحَرَمَیْنِ (۲) اِمَامِ الْقِبْلَتَیْنِ، (۳) وَسِیْلَتِنَا فِی الدَّارَیْنِ، (۴) صَاحِبِ قَابَ قَوْسَیْنِ، (۵) مَحْبُوْبِ رَبِّ الْمَشْرِقَیْنِ (سبحان اللہ کیا پیاری نعت خوانی ہے عشاق رسول کے تو اس درود تاج مقدس سے دل ٹھنڈے ایمان روشن ہو جاتے ہیں مگر وہابیوں کے جل جل کر کڑھ کڑھ کر دل سیاہ ہو رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں جلتے مرتے رہو میرے آقا حضور کی شان تو اس سے بھی اَعْلٰی و

اَرْفَعُ ہے) اس کے بعد معترض لکھتا ہے اس کے بعد کے الفاظ یوں ہیں جَدِّ الحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ رسم دنیا کے مطابق چھوٹا شخص اپنے بڑوں کے لیے اس وقت باعث فخر ہو سکتا ہے جب وہ چھوٹا اپنے بزرگوں سے کسی شان میں آگے نکل جائے اور وہ صف اس کے بڑوں میں نہ ہو اور اس خصوصی شان ہی کی وجہ سے بڑے کو چھوٹے کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے نواسۂ رسول حسن و حسین میں ایسی کوئی خصوصیت نہیں جس کی وجہ سے وہ رسول اللہ سے برتر ہو کر نبی کریم کے لیے باعثِ فخر و شرف ہو جائیں لہٰذا درود تاج میں یہ نسبت لکھنے والے کا اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں اس اعتراض میں اور بھی بہت سی خرافات اور اوٹ پٹانگ باتیں ماری ہیں جو وہابیانہ بکواسیات کے سوا کچھ نہیں۔

جواب معترض کی جہالت دیکھئے کہ اس کے حاشیہ میں لکھتا ہے نمبر ۱ یہاں قَابَ کو مرفوع پڑھنا چاہیے نمبر ۲ یہاں قَابَ کو مضاف الیہ مجرور پڑھنا چاہیے۔ پوچھو اس جاہل سے کہ قَابَ فعل ماضی ہے کبھی فعل ماضی کو بھی رفع یا جر آ سکتا ہے ماضی ہمیشہ مبنی اصل ہوتا ہے اگر معترض کی اپنی ذاتی اس عبارت میں قَابَ قَوْسَیْنَ مضاف الیہ بن گیا تو پورا جملہ مضاف الیہ بنے گا یعنی قَابَ قَوْسَیْنِ نہ کہ فقط قَابَ نیز جہاں کہیں اعراب تقدیری ہو وہاں کسی بھی حالت میں اعراب نہیں بدلتا۔ مثلاً جَاءَ مُوْسٰی میں مُوْسٰیُ نہ پڑھا جائے گا۔ ایسا علم ابتدائی سے جاہل انسان قلم پکڑ کر بیٹھ گیا اور لگا اعتراضِ جہالت داغنے مگر بیچارہ معترض بھی کیا

کرے۔ وہابیت دیوبندیت نام ہی جہالت کا ہے۔ اگلے اعتراض کا جواب اس طرح ہے کہ جَدِّ الحَسَنِ وَالحُسَینِ کی نسبت میں نواسہِ رسول کی کسی خصوصی شان یا امتیازی نشان یا کارکردگی کا اظہار مقصود نہیں بلکہ یہ جَدِّ الحَسَنِ وَالحُسَینِ ہونے کا لقب بھی پیارے آقا حضور اقدس ﷺ کی ہی خصوصی امتیازی شان ہے اور آپ کے مختار کل ہونے کا ثبوت ہے یہ امتیازی شان و خصوصیت کسی بھی شخصیت کو از آدم علیہ السلام تا این دم کسی نبی ولی صحابی مہاجر انصار چھوٹے بڑے امیر وزیر بادشاہ کو نہ ملی نہ مل سکے گی۔ وہ اس طرح کہ ہر شخص اپنی بیٹی کی اولاد کا نانا ہوتا ہے نہ کہ دادا عربی لغت میں دادا کو جَدُّ کہتے ہیں نانا کو جَدِّ فاسد کہتے ہیں ہر شخص کی نسل بیٹے کی اولاد سے چلتی ہے اور وہ بیٹے کی اولاد کا دادا یعنی جَدُّ ہوتا ہے یہ رب تعالیٰ کا قانون کلیہ تمامیہ ہے تمام عالم انسانیت کے لیے یہ قانون الٰہی ہے رب تعالیٰ کے کچھ قانون ہیں اور کچھ قدرتیں۔ رب تعالیٰ بعض موقعوں پر اپنے پیاروں کے لیے اپنے قانون توڑ کر اپنی قدرتوں کا اظہار فرماتا ہے مثلاً قانون ہے کہ والدہ اور والد کے ذریعے اولاد جنم لیتی ہے مگر آدم علیہ السلام کے لیے یہ قانون توڑ کر قدرت کا اظہار فرمایا کہ بن والد والدہ پیدا ہوگئے۔ حضرت حوا بھی ایک پسلی سے بن گئیں اور مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کے لیے قانون توڑ کر اپنی قدرت کا اظہار فرمایا کہ بغیر باپ کے آناً فاناً چند لمحوں میں نطفہ مضغہ علقہ کے بغیر ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اسی

طرح قانون ہے کہ بیٹے سے دادا کی نسل چلتی ہے نہ کہ بیٹی سے نانا کی مگر رب تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کے لیے اپنا یہ قانون توڑ دیا کہ نبی کریم ﷺ اولاد فاطمہ کے بجائے نانا بننے کے جَدِّ الحَسَنِ وَالحُسَیْنِ ہو گئے۔ آدم اور حوا اور عیسیٰ علیہم السلام کی اس قانون شکنی اور ظہور قدرت کا کہیں نشان نہیں صرف کتابی تاریخی تفسیری تذکرہ ہے مگر پیارے محبوب کے لیے جو نشان قدرت فرمایا وہ تا قیامت دنیاء انسانیت میں ہر جگہ پائندہ و تابندہ ہے یہ سادات کرام وجود شانِ محبوبیت اور قدرت الٰہی کا ہی ظہور پھر اس قدرت کا اظہار رب تعالیٰ نے خود محبوب ﷺ کی اپنی زبان سے کرایا تا کہ محبوب کے مختار کل ہونے کا چرچا ہوتا رہے تو جَدِّ الحَسَنِ وَالحُسَیْنِ ہونا عظیم قدرت الٰہی ہونے کے ساتھ ساتھ شاندار خصوصی نعت مصطفائی بھی ہے۔ بد عقل معترض کو یہ بات سمجھ ہی نہ آئی۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم قرصۂ آفتاب راچہ گناہ

سوال معترض درود تاج پر آٹھواں اور آخری اعتراض کرتا ہے لکھتا ہے پھر آگے ہے یَا اَیُّھَا الْمُشْتَاقُوْنَ بِنُوْرِ جَمَالِہٖ کسی مبتدی طالب علم کو یہ نہیں معلوم کہ مشتاق کا صلہ الی ہوتا ہے بَ نہیں ہوتی اتنی بھونڈی سی غلطیاں کوئی اہل علم نہیں کر سکتا

کردن عیب را ہنر باید

جواب یہاں معترض نے کچھ موشگافی کی تو ہے مگر بقول شخصے اندھے کی بات بھی اندھی ہی ہوتی ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اپنی اس بات پر کوئی باحوالہ دلیل پیش کرتا مگر بیچارے کو دلیل ملتی کہاں سے جبکہ یہ قانون ہی ادھورا ہے کیونکہ اہل عرب کے نظم ونثر میں اکثر جگہ شوق اور اشتیاق کے مشتقات میں بَ جارہ آجاتی ہے اور کبھی صرف اسم ظاہر یا ضمیر آجاتی ہے۔ الیٰ جارہ بھی آتا ہے مگر ہمیشہ نہیں بلکہ الیٰ جارہ وہاں ان مشتقات میں آتا ہے جن میں ابتدائیت یا انتہائیت لفظی معنوی یا حکمی ہوتی ہے مثلاً آنا جانا چلنا پھرنا بیچنا خریدنا پیمائشی اشیاء کیونکہ شوق واشتیاق کے صیغوں کا استعمال تین طرح سے ہے گویا کہ یہاں بھی معترض نے اپنی بے تدبری کا ثبوت دیا خیال رہے کہ شوق کا معنیٰ ہے محبت، محبت تین قسم کی ہوتی ہے ایک محبت حصولی دوم محبت وصولی سوم محبت اُلوفِیْ یعنی قلبی لگاؤ۔ اشتیاق حصولی میں مشتاق بہٖ حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے اس لئے اس کیلئے باءِ تعدیہ یعنی مفعولیت کی بَ لائی جاتی ہے درود تاج میں یَا اَیُّهَا الْمُشْتَاقُوْنَ میں اشتیاق حصول ہے یعنی اے وہ بندو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور جمال کو اپنے سینوں میں حاصل کرنے کے خواہش مند ہو صَلُّوْا عشق و لگن سے درود شریف پڑھتے رہا کرو۔ اس وجہ سے یہاں بِنُوْرِ جَمَالِهٖ کہنا ہی درست ہے کلام عرب میں اس کی اور بھی مثالیں ہیں جو بھی آگے بیان کی جائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ اشتیاق اُلوفِیْ میں نہ حصول کی خواہش

ہوتی ہے نہ وصل کی صرف اس چیز سے پیار ہوتا ہے تو وہاں صیغے کے بعد نہ ب کی ضرورت نہ الیٰ کی اور اشتیاق وصولی میں مشتاق الیہ کی طرف پہنچنے یا مشتاق الیہ کے اس مشتاق تک پہنچنے کی خواہش ہوتی ہے اس لیے وہاں غایت اور مغیا ہوتا ہے لہٰذا وہاں بعد میں الیٰ ہوتا ہے دنیا میں ہر نیک و بد کو یہ تین قسم کی خواہشیں اور اشتیاق ہی ہوتا ہے مثلاً ہر مسلمان کو بارگاہ نبوت تک پہنچنے کی خواہش ہوتی ہے یہ اشتیاق وصولی ہوا اور دین و ایمان و ہدایت و نور کے پالینے کی خواہش ہوتی ہے۔ یہ اشتیاق حصولی ہوا اور ہر مومن مسلمان کو ہر مومن مسلمان سے پیار ہوتا ہے اگرچہ اجنبی ہو یہ اشتیاق الوُفِی (الفت والا) ہوا۔ اشتیاق حصولی کی مثال احمر شاعر کہتا ہے

لَنَا صَاحِبٌ شَائِقٌ بِالْخِلَافِ   كَثِيرُ الْخَطَاءِ قَلِيلُ الصَّوَابِ

ترجمہ ہمارا ساتھی خلاف ورزیوں کا مشتاق ہے خرابیاں زیادہ اور اچھائیاں کم ہیں یہاں شائق جو شوق کا اسم فاعل ہے اس کا صلہ ب سے ہوا فرزوق شاعر کا شعر ہے۔

لَاتَشُوقَنَّ بِلَيْلٍ طَابَ اَوَّلُهٗ   فَرُبَّ آخِرِ لَيْلٍ اَجَجَّ نَارًا

ترجمہ ایسی رات کی خواہش نہ کر جس کا ابتدائی حصہ اچھا ہو کیونکہ بہت دفعہ آخری حصے میں بھی آگ بھڑک سکتی ہے بلکہ ایسی رات کی دعا اور خواہش کر جو پوری عافیت والی ہو۔ اشتیاق وصولی کی مثال حدیث پاک میں ہے۔ اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلٰی ثَلٰثَةٍ رَوَاهُ الترمذی مشکوٰۃ کتاب

المناقب صفحہ ۵۷۸ ترجمہ جنت مشتاق ہے تین بندوں کی یعنی خواہش رکھتی ہے کہ وہ تینوں جنت میں پہنچیں چونکہ اس اشتیاق میں ابتداء اور غایت مغیا کا فعل ہے اس لیے یہاں اِلٰی جارہ لایا جائے گا اشتیاق الُوفِیْ کی مثال بخاری شریف جلد اول کتاب الادب باب ۲۷ فَظَنَّ اَنَّا اِشْتَقْنَا اَهْلَنَا ترجمہ تو گمان کیا اس نے کہ بیشک ہم نے خواہش کی اپنے اہل کی یہاں چونکہ نہ حصول ہے نہ وصول محض محبت کا ذکر ہے اس لیے نہ بَ صلہ بنایا گیا نہ اِلٰی اب بتائے کہ معترض کے اعتراض بھونڈے ہیں یا درود تاج مقدس کی عبارت اگراتنی فصیحانہ مقفہ مسجع عبارت پر بھی کوئی عجمی گنوار اعتراض جڑ دے تو اس کی عقل کو کیا کہا جا سکتا ہے۔ انسان کی عقل ماری جائے تب تو وہ قرآن مجید پر بھی اعتراض کرنے سے نہیں رکتا۔ بعض محققین نے فرمایا کہ لفظِ اشتیاق جب اپنے معنیٰ میں موجود ہوتا ہے تو صلہ الٰی ہوتا ہے جب غیر کے معنی میں موجود ہو تو صلہ بَ ہوتا ہے۔

معترض اس اعتراض کے ضمن میں اپنے اعتراض کی وجہ ظاہر کرنے میں کھل کر سامنے آگیا کہ لکھتا ہے کہ اس درود اور کئی دیگر وظائف میں شرک بھرا ہوا ہے اور ان درودوں وظیفوں کے بنانے کا مقصد قرآن وحدیث کے وظیفوں سے مسلمانوں کو روکنا ہے بس پتہ لگ گیا کہ اصل دکھ اور جلن کیا یعنی چونکہ ان موٗ فہ مرتبہ وظائف میں نبی کریم ﷺ کی نعت خوانی بھی ہے بس بیچارے جلے مرے جاتے ہیں۔

نعیمی کتب خانہ

ناشر

نعیمی کتب خانہ

۵۔ الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ ۴۰ اُردو بازار۔ لاہور